۲۹

جماعت احمدیہ پر مظالم اور موجودہ فتن کے وسیع اثرات

(فرمودہ ۲؍اگست ۱۹۳۵ء)

تشہّد ،تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

میں نے پچھلے خطبہ جمعہ میں ایک بات یہ بیان کی تھی کہ وہ خلافِ قانون کارروائیاں جومتواتر قادیان میں ہورہی ہیں اور جن کا ازالہ کرنے سے گورنمنٹ اِس وقت تک قاصر رہی ہے اور بعض ایسی غیرآئینی کارروائیاں جن کے مرتکب خود حکومت کے بعض ماتحت افسر ہوئے ہیں وہ صرف ہم پر ہی اثر انداز نہیں ہوتیں بلکہ احرار اور خود گورنمنٹ پر بھی اثر انداز ہوتی ہیں کیونکہ ان واقعات کو جوں جوں شہرت حاصل ہوتی ہے حکومت کے ایک حصہ کے خلاف بھی لوگوں کے دلوں میں تأثرات پیدا ہوتے ہیں اور احرار کی اخلاقی کمزوری کے متعلق بھی لوگوں کے دلوں میں تأثرات پیدا ہوتے ہیں۔

اسی سلسلہ میں مَیں ایک بات اور بھی کہنی چاہتا ہوں جو یہ ہے کہ ان واقعات کا ایک اور اثر بھی گورنمنٹ پر پڑتا ہے جس کو حکومتِ پنجاب محسوس نہیں کرسکتی کیونکہ اس کا دائرہ فکر بہت محدود ہے۔ انسان میں یہ کمزوری پائی جاتی ہے کہ وہ اُسی چیز کو دیکھتا ہے جو اس کے سامنے ہو لیکن اس چیز کے دیکھنے کی کوشش نہیں کرتا جو اس کے کام کے نتیجہ میں آئندہ رونما ہونے والی ہو۔ جب انسان مادی قوتوں سے کام لیتا ہے تو اس کی نگاہ محدود ہو جاتی ہے لیکن جب وہ غیر مادی قویٰ کے ذریعہ اپنے چاروں طرف دیکھتا ہے تو اس کی نظر وسیع ہو جاتی ہے۔ جیسے عقل اور غور وفکر کے ماتحت انسان بہت کچھ دیکھ سکتا ہے جبکہ جسمانی آنکھوں کے ذریعہ وہ اسی چیز کو دیکھتا ہے جو اس کے سامنے ہو اسی طرح وہ لوگ جو مادی سامانوں کے ماتحت سوچنے کے عادی ہوں ان کی نگاہ صرف ایک طرف پڑتی ہے لیکن

جو زیادہ باریک بین ہوں اُن کی نگاہ چاروں طرف پھرتی ہے۔ ہم پر ان واقعات کا جو کچھ اثر ہؤا ہے اس کو تو میں آگے بیان کروں گا مگر اس کی تمام بھیانک ترین توجیہات جو ہو سکتی ہیں، ان کو تسلیم کرتے ہوئے پھر بھی اس کا اتنا بُرا اثر ہم پر نہیں ہؤا جتنا حکومت یا احرار پر ہؤا ہے اور گو پنجاب گورنمنٹ یا گورنمنٹ آف انڈیا یا انگلستان کی حکومت اس اثر کو ابھی محسوس کرنے سے قاصر ہو مگر اس کی وسعت اور اہمیت کا انکار نہیں کیا جا سکتا آج نہیں تو کل موجودہ حکام کو نہیں تو ان سے بعد میں آنے والے حکام کو یا پھر ان حکام کی نسلوں کو تسلیم کرنا پڑے گا کہ انہیں یہ سودا بہت مہنگا پڑا ہے۔

چنانچہ پہلی چیز یہ ہے کہ جماعت احمدیہ کے حکومت سے جو تعلقات تھے وہ بالکل بے غرضانہ تھے ان کی بنیاد دین اور مذہب پر تھی۔ حکومت سے تعلقات کی خرابی پر اتنے مہینے گزر چکے ہیں بلکہ سالوں گزر چکے ہیں قریباً اڑھائی سال اس پر ہونے کو آئے ہیں جبکہ حکومت نے بِلا وجہ ہم سے بگاڑ پیدا کیا اور بلاوجہ ہمیں اپنے دوستوں کی صف سے نکال کر دشمنوں کی صف میں سمجھ لیا حالانکہ نہ ہم پہلے اس کے دشمن تھے نہ اب ہیں اور نہ آئندہ ہو سکتے ہیں بلکہ ہم تو کسی حکومت کے بھی دشمن نہیں ہو سکتے کیونکہ ہماری مذہبی تعلیم یہ ہے کہ جس حکومت کے ماتحت رہو حکومت کی اطاعت وفرمانبرداری کرو۔ جس حد تک حکومت سے ہمارے تعلقات خراب ہو سکتے ہیں اس کی طرف گزشتہ خطبہ جمعہ میں مَیں اشارہ کر چکا ہوں۔ اس کو مستثنیٰ کرتے ہوئے قانون شکنی اور بغاوت کا خیال بھی ہمارے دلوں میں نہیں آ سکتا کیونکہ ہماری شریعت یہ کہتی ہے کہ حکومت کی اطاعت کرو اور جب حکومت کے افعال کے خلاف قانون شکنی یا بغاوت کا احساس تمہارے دلوں میں پیدا ہو تم اُس ملک کو چھوڑ دو اور کسی اور ملک میں رہ کر اپنے حقوق حاصل کرنے کیلئے جدّ وجہد کرو مگر جب تک تم کسی حکومت کے ماتحت رہتے ہو، تمہارا یہ حق نہیں کہ تم ملک کا امن اپنے فوائد کے حصول کی خاطر برباد کرو۔ اس تعلیم کی وجہ سے یہ ممکن نہیں کہ کبھی ہماری جماعت بغاوت کا سوچے، جس حد تک وہ جا سکتی ہے وہ وہی ہے جو میں پہلے بیان کر چکا ہوں۔ پس حکومت سے ہمارے تعلقات کبھی ایسے رنگ میں نہیں ہوئے کہ جس پر گورنمنٹ اعتراض کر سکے اور نہ آئندہ ایسے ہوں گے کہ قانونی نقطۂ نگاہ سے کوئی اعتراض ہو۔ ہمارے جو تعلقات اِس وقت حکومت سے خراب ہیں ان میں ہمارے کسی رویہ یا تبدیلی کا دخل نہیں بلکہ گورنمنٹ کے تبدیل شدہ نقطۂ نگاہ کا اس میں دخل ہے۔ ایسی حالت میں مَیں سمجھتا ہوں کہ گورنمنٹ کو ہمارے کسی راز کے

چھپانے کی ضرورت نہیں۔ جب تک انسان کسی کو اپنا دوست سمجھتا ہے اُس وقت تک اگر کوئی راز اس کا معلوم ہو تو وہ اس کو ظاہر نہیں کرتا بلکہ چھپاتا ہے اور کہتا ہے یہ میرا دوست ہے میں اس کا راز ظاہر کر کے کیوں اس سے اپنے تعلقات بگاڑوں لیکن گورنمنٹ کا موجودہ رویہ بتا رہا ہے کہ وہ ہمیں اپنے دوستوں میں سے نہیں بلکہ مخالفوں میں سے سمجھتی ہے۔ ایسے موقع پر میں حکومت کو متواتر چیلنج دے چکا ہوں اور اب پھر چیلنج دیتا ہوں کہ وہ ثابت کرے ہم نے کبھی اس سے کوئی ایسا فائدہ اُٹھایا ہو جو رعایا کے عام حقوق سے بالا ہو۔ اگر ہم نے اس کی خدمات کر کے کوئی دُنیوی فائدہ حاصل کیا ہو تو اب اس کا فرض ہے کہ وہ اسے دنیا کے سامنے پیش کر کے ہمیں لوگوں میں شرمندہ کرے ہم نے حکومت کی حمایت میں جانیں دیں، ہم نے حکومت کی تائید میں مال خرچ کیا اور ہم نے حکومت کی تائید میں اوقات صَرف کئے ان تمام قربانیوں کے بدلے میں حکومت بتائے کہ اس نے ہمیں کبھی کوئی فائدہ پہنچایا ہو۔ آج تک حکومت کا کوئی ایک افسر بھی خواہ وہ سابق افسر ہو یا موجودہ ثابت نہیں کر سکتا کہ ہم نے حکومت سے کوئی خاص فائدہ حاصل کیا۔ نہ بحیثیت قوم جو خدمات ہم نے کیں ان کا بحیثیت قوم کوئی بدلہ لیا اور نہ اپنے خاندان کی خدمت کا حکومت سے کوئی معاوضہ لیا بلکہ اپنے خاندان کے لحاظ سے تو میں یہ بھی کہہ سکتا ہوں کہ اپنی خدمات کا بحیثیت فرد بھی ہم نے اس سے بدلہ نہیں لیا۔ دوسرے احمدی افراد میں سے اگر کسی نے حکومت کی خدمت کر کے بحیثیت فرد کوئی معاوضہ لیا ہو تو وہ اور بات ہے لیکن بحیثیت قوم ہم نے جو خدمت حکومت کی کی اس کے بدلہ میں بحیثیت قوم ہم نے کبھی اس سے بدلہ نہیں لیا اور اپنے خاندان کے متعلق تو اس شرط کو بھی میں اُڑا دیتا ہوں، گورنمنٹ بتائے کہ ہم نے کبھی ذاتی طور پر اس سے کوئی فائدہ اُٹھایا ہے؟ لوگ ہمیں کہتے رہے کہ یہ گورنمنٹ کے خوشامدی ہیں، لوگ ہمیں کہتے رہے کہ یہ گورنمنٹ سے نفعوں کی امید رکھتے ہیں، لوگ ہمیں کہتے رہے کہ گورنمنٹ ان کے خزانے آپ بھرتی ہے، مگر گورنمنٹ تو جانتی ہے کہ ہم نے اس سے کوئی فائدہ نہیں اُٹھایا اور اگر اُٹھایا ہو تو اسے چاہئے کہ وہ پیش کرے۔ ساری عمر میں صرف ایک کام حکومت نے ایسا ہمارے بعض آدمیوں کے سپرد کیا تھا جس کے متعلق اس نے کہا تھا کہ ہم اس میں دو ہزار روپیہ تک خرچ کر سکتے ہیں لیکن جب وہ معاملہ میرے پاس آیا تو میں نے روپیہ کے معاملہ کو نظر انداز کرا دیا۔ میں نے اپنے دوستوں سے کہا کہ اگر یہ دو ہزار روپیہ لے لیا گیا تو گو یہ گورنمنٹ کا ہی کام ہے مگر بعد میں جب کبھی

کوئی ذکر ہؤا یہ دو ہزار روپیہ تمہارے منہ پر مارا جائے گا اور کہا جائے گا کہ انہوں نے حکومت سے اتنا روپیہ لے کر فلاں کام کیا۔ چنانچہ جو کام کرنے والے تھے انہیں میں نے حکومت سے کسی قِسم کی مالی مدد لینے سے روک دیا۔اس کے سوا کبھی گورنمنٹ کی طرف سے کوئی چیز پیش کرنے کی خواہش بھی نہیں کی گئی ۔صرف یہ ایک واقعہ ہے جو پنجاب گورنمنٹ کا بھی نہیں بلکہ حکومتِ ہند کا ہے ۔اس ایک معاملہ میں بھی ہم نے روپیہ لینے سے انکار کر دیا مگر مخالف کہتے ہیں احمدیوں کے خزانے گورنمنٹ بھرتی ہے اگر واقع میں یہ بات درست ہے تو اب گورنمنٹ کے لئے خوب اچھا موقع ہے وہ اعلان کر دے کہ فلاں موقع پر ہم نے احمدیوں کو اتنا روپیہ دیا، فلاں موقع پر اتنے ہزار اور فلاں موقع پر اتنے ہزار یا کسی اور رنگ میں گورنمنٹ نے مدد کی ہو تو اس کو ظاہر کر دے اگر واقع میں گورنمنٹ نے ہمیں کوئی فائدہ پہنچایا ہو تو وہ اسے چھپاتی کیوں ہے ؟اس کے مقابلہ میں باقی تمام قوموں میں سے ایسے لوگ ہیں جو گورنمنٹ سے قومی خدمات کا انفرادی بدلہ لیتے رہے ہیں ۔قربانیاں قوم سے کرائی جاتی رہیں اور ان کے لیڈر حکومت سے بدلے اپنی ذات کے لئے لیتے رہے یہی حال احرار کا ہے وہ بھی ایسے لوگ ہیں جو ہر جگہ جلبِ منفعت کے اصول کو مدِّ نظر رکھتے ہیں ۔پس گورنمنٹ نے اپنے اس رویہ سے سوائے اس کے اور کچھ نہیں کیا کہ اس نے سودا اس جماعت سے کیا ہے جو اس سے پہلے کئے کی قیمت وصول کرے گی اور پھر بھی گورنمنٹ کی خیر خواہ نہیں ہوگی اور اس نے اس جماعت کو ٹھکرایا ہے جس نے پچاس سال تک بغیر کسی نفع کے اس کی خدمت کی ۔ ہر عقلمند سمجھ سکتا ہے کہ اس میں ہمارا نہیں بلکہ گورنمنٹ کا اپنا نقصان ہے ۔پھر جانے دو ان خدمات کو جو ہم نے حکومت کی ہندوستان میں کیں، وہ خدمات لے لو جو حکومتِ برطانیہ کے باہر ہماری جماعت کرتی رہی ہے ۔میں پہلے بھی بتا چکا ہوں کہ ہمیں یہ معلوم نہ تھا کہ حضرت صاحبزادہ عبداللطیف صاحب شہید کی شہادت کی وجہ کیا تھی ۔اس کے متعلق ہم نے مختلف افواہیں سنیں مگر کوئی یقینی اطلاع نہ ملی تھی ۔ایک عرصہ دراز کے بعد اتفاقاً ایک لائبریری میں ایک کتاب ملی جو چھپ کر نایاب بھی ہوگئی تھی اس کتاب کا مصنف ایک اطالوی انجینئر ہے جو افغانستان میں ایک ذمہ وار عہدہ پر فائز تھا ۔وہ لکھتا ہے صاحبزادہ عبداللطیف صاحب کو اس لئے شہید کیا گیا کہ وہ جہاد کے خلاف تعلیم دیتے تھے[1] اور حکومتِ افغانستان کو خطرہ لاحق ہو گیا تھا کہ اس سے افغانوں کا جذبہ ءحریت کمزور ہو جائے گا اور ان پر انگریزوں کا اقتدار چھا جائے گا پس ان

شہدائے افغانستان کی شہادت اِس وجہ سے ہوئی کہ وہ جہاد کی شرائط نہ پائے جانے کی وجہ سے انگریزوں کے خلاف جہاد بِالسیف کے قائل نہیں تھے اور اس طرح حکومت افغانستان کو وہ اس حربہ سے محروم کرتے تھے جو ضرورت کے وقت اس کے بچاؤ کا موجب ہوسکتا تھا۔اس کتاب کے دیکھنے کے بعد یہ بات یقینی طور پر معلوم ہوگئی کہ صاحبزادہ عبداللطیف صاحب کی شہادت کا اصل باعث موجودہ حالات میں انگریزوں سے جہاد کے خلاف تعلیم دینا تھا۔اس کتاب کے مصنف کی یہ بات اس لئے بھی یقینی ہے کہ وہ شاہِ افغانستان کا درباری تھا اور اس لئے بھی کہ وہ اکثر باتیں خود وزراء اور شہزادوں سے سن کر لکھتا ہے ایسے معتبر راوی کی روایت سے یہ امر پایۂ ثبوت تک پہنچتا ہے کہ اگر صاحبزادہ عبداللطیف صاحب شہید خاموشی سے بیٹھے رہتے اور جہاد کے خلاف کوئی لفظ بھی نہ کہتے تو حکومتِ افغانستان کو انہیں شہید کرنے کی ضرورت محسوس نہ ہوتی۔اس موقع سے یہ بھی ظاہر ہے کہ حضرت صاحبزادہ عبداللطیف صاحب کا جوشِ دینی اِس قدر بڑھا ہوا تھا کہ وہ اس تعلیم کے اِخفاء کو برداشت نہ کرسکے اور انہوں نے اس بات کی کوئی پرواہ نہ کی کہ اس کا نتیجہ ان کے حق میں کیا نکلے گا ۔ورنہ مذہب ہمیں یہ کب تعلیم دیتا ہے کہ ہم جہاد کے متعلق ان لوگوں کے خیالات بھی درست کرتے پھریں جو ہمارے مذہب میں شامل نہیں ۔جو ہمارے مذہب میں داخل ہوگا آپ ہی آپ اس کے خیالات بھی درست ہوجائیں گے ۔کیا اسلام اس بات پر کوئی اعتراض کرے گا کہ ہم ہندوؤں کو نماز کیوں نہیں سکھاتے ؟ یا انہیں روزوں کے احکام کیوں نہیں بتاتے ؟ ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ اسلام کو اس بات پر کوئی اعتراض نہیں ہوسکتا کیونکہ تفصیلات اسی وقت سکھائی جاتی ہیں جب کوئی انسان جماعت میں داخل ہوجائے پس اس تعلیم کے ماتحت اگر ہمارے آدمی افغانستان میں خاموش رہتے اور وہ جہاد کے باب میں جماعت احمدیہ کے مَسلک کو بیان نہ کرتے تو شرعی طور پر ان پر کوئی اعتراض نہ تھا۔مگر وہ اس بڑھے ہوئے جوش کا شکار ہوگئے جو انہیں حکومتِ برطانیہ کے متعلق تھا اور وہ اس ہمدردی کی وجہ سے مستحقِ سزا سمجھے گئے جو قادیان سے لے کر گئے تھے۔جب انہوں نے قادیان میں آکر دیکھا کہ جماعت احمدیہ سلطنت برطانیہ کی تعریف کرتی ، اسے منصف قرار دیتی اور شرائط کے نہ پائے جانے کی وجہ سے اس کے خلاف جہاد کو ناجائز سمجھتی ہے تو اپنے ملک میں جاکر وہ بھی انگریزوں کی تعریف کرنے لگ گئے اور انہوں نے کہنا شروع کردیا کہ جہاد جائز نہیں اس وجہ سے انہیں اپنی جان دینی پڑی ورنہ

اگر وہ خاموش رہتے تو نہ انہیں جان دینی پڑتی اور نہ شرعی طور پر ان پر کوئی الزام عائد ہو سکتا لیکن اب جو موجودہ حالات پیدا ہو چکے ہیں ان کے ماتحت کون امید کر سکتا ہے کہ ہمارے آدمی آئندہ رستہ چھوڑ چھوڑ کر بھی حکومت کی مدد کریں گے۔ بے شک عقیدہ ہمارا یہی رہے گا کہ چونکہ موجودہ زمانہ میں شرائط نہیں پائی جاتیں اس لئے جہاد بھی جائز نہیں مگر یہ ہمدردی نہیں رہے گی کہ لوگوں کو جا جا کر ہم سمجھائیں کہ حکومت کے خلاف اپنے دلوں سے اس قسم کے خیالات نکال دو۔

آج بھی سب سے اہم اعتراض جو احرار کی طرف سے ہماری جماعت پر کیا جاتا ہے یہ ہے کہ جماعت احمدیہ جہاد کو حرام قرار دیتی ہے چنانچہ ڈاکٹر سر اقبال نے بھی یہی اعتراض کیا ہے کہ جماعت احمدیہ نے ملتِ اسلامیہ کی طاقت کو توڑ دیا ہے کیونکہ یہ جہاد کے خلاف تعلیم دیتی ہے۔ وہ چونکہ شاعر ہیں اس لئے وہ اپنے خیالات کو اکثر شعروں میں ظاہر کرتے رہتے ہیں چنانچہ انہوں نے اپنی ایک نظم میں بھی لکھا ہے کہ بہائی اور احمدی دونوں اسلام کے لئے مصیبت ہیں۔ بہائیوں نے حج منسوخ کر کے اسلام کو تباہ کر دیا اور احمدیوں نے جہاد منسوخ کر کے اسلام کو تباہ کر دیا۔ پس پنجاب گورنمنٹ کے نئے دوست ہم پر اس وجہ سے ناراض ہیں کہ ہم جہاد کے خلاف تعلیم دیتے ہیں اور بے شک ہم جہاد کے مخالف ہیں اور رہیں گے کیونکہ موجودہ زمانہ میں وہ شرائط مفقود ہیں جن کے ماتحت جہاد جائز ہوتا ہے لیکن گورنمنٹ کے موجودہ طریقِ عمل کے ماتحت آئندہ صرف یہی ہوگا کہ جو احمدی ہوگا اسے ہم بتا دیں گے کہ جہاد کے متعلق فلاں فلاں شروط ہیں اور چونکہ اب وہ شرائط نہیں پائی جاتیں اس لئے جہاد جائز نہیں۔ یہ نہیں ہوگا کہ لوگوں کے ان خیالات کی ان کے گھر جا کر اصلاح کی جائے اور اس طرح گورنمنٹ بہت بڑے فائدہ سے محروم ہوگئی ہے۔ اس کے علاوہ دوسرے ممالک میں بھی ہمارے ہزاروں کی تعداد میں افراد ہیں۔ مثلاً دو غیر ملک تو ایسے ہیں جن میں خصوصیت سے ہماری جماعت پھیلی ہوئی ہے۔ ایک یونائٹڈ سٹیٹس امریکہ جس میں ۲۵، ۳۰ کے قریب جماعتیں ہیں اور ان جماعتوں میں خدا تعالیٰ کے فضل سے ہزاروں احمدی ہیں، دوسرا ڈچ انڈیز یعنی سماٹرا اور جاوا، ان ممالک میں بھی ہزاروں احمدی ہیں بلکہ ڈچ انڈیز میں خصوصیت سے ایسے لوگ احمدی ہوئے ہیں جو پہلے بالشویک ازم کے پیرو تھے مگر اب احمدیت کے ذریعہ وہ اپنے پہلے خیالات سے توبہ کر کے لوگوں کو امن پسندی کی تعلیم دے رہے ہیں جس کی وجہ سے وہاں کی حکومت انہیں نہایت قدر کی نگاہ سے دیکھتی

ہے۔ اور چونکہ ہماری یہ تعلیم ہے کہ جو شخص جس حکومت کے ماتحت بھی رہتا ہو وہ اس کے قوانین کی اطاعت کرے، اس لئے اگر کسی وقت انگلستان اور امریکہ کی جنگ ہو جائے جو گو اخباری روایات کے مطابق ناممکن نظر آتی ہے مگر حقیقت ایسی ناممکن نہیں تو امریکہ کے احمدیوں کو ہماری تعلیم یہی ہوگی کہ امریکن حکومت کی امداد کریں اور انگلستان کے احمدیوں کو ہماری تعلیم یہ ہوگی کہ حکومتِ انگلستان کی امداد کریں۔ پس امریکہ کے احمدی حکومتِ امریکہ کی طرف سے اور انگلستان کے احمدی حکومت انگلستان کی طرف سے جنگ کریں گے۔ یہ نہیں ہوگا کہ ہم انہیں ملک سے غدّاری کی تعلیم دیں۔ اسی طرح اگر کبھی ہالینڈ اور انگلستان کی جنگ چھڑ جائے تو اس جنگ کے وقت بھی ہماری تعلیم یہی ہوگی کہ جو لوگ انگریزوں کے ماتحت رہتے ہیں وہ انگریزوں کی امداد کریں اور جو حکومتِ ہالینڈ کے ماتحت رہتے ہوں وہ اپنی حکومت کی طرف سے لڑیں۔ ہم انگلستان کے احمدیوں کو حکومتِ انگلستان سے یا ہالینڈ کے احمدیوں کو حکومتِ ہالینڈ سے غدّاری کی تعلیم نہیں دیں گے۔ بے شک پہلے دونوں کی کوشش یہ ہوگی کہ جنگ نہ ہو اور بجائے جنگ کے صلح وصفائی سے معاملات طے پا جائیں لیکن اگر یہ کوشش کامیاب نہ ہو تو جو احمدی جس ملک میں رہتا ہے وہ اس حکومت کے ساتھ وفاداری کرے گا مگر باوجود اس تعلیم کے کہ جس حکومت کے ماتحت کوئی شخص رہتا ہو وہ اس کی اطاعت وفرمانبرداری کرے پھر بھی یہ قدرتی بات ہے کہ ہمارے وعظوں، لیکچروں، کتابوں، اخباروں اور رسالوں میں چونکہ بار بار یہ ذکر آتا ہے کہ انگریز عادل ومنصف ہیں اور وہ اپنی رعایا کے تمام فرقوں سے حُسن سلوک کرتے اور امن وامان قائم رکھتے ہیں اس لئے غیر ممالک کے احمدی بھی ہمارے لٹریچر سے متأثر ہو کر کہتے ہیں کہ گو ہم انگریزوں کے ماتحت نہیں لیکن چونکہ ہمارا مرکز ان کی تعریف کرتا ہے اس لئے وہ بُرے نہیں بلکہ منصف مزاج حکمران ہیں۔ اس ذریعہ سے ہزاروں آدمی امریکہ میں، ہزاروں آدمی ڈچ انڈیز میں اور ہزاروں آدمی باقی غیر ممالک میں ایسے تھے جو گو اپنی اپنی حکومتوں کے وفادار تھے مگر انگریزوں کے متعلق بھی کلمۂ خیر کہا کرتے تھے۔ امریکہ جسے کسی وقت جرمن ایجنٹوں نے انگریزی گورنمنٹ کے خلاف کرنے کے لئے اپنی تمام کوششیں صرف کر دی تھیں وہاں احمدی ہی تھے جو اپنی جماعت کا لٹریچر پڑھنے سے جس میں انگریزوں کی تعریف ہوتی آپ ہی ان خیالات کا ازالہ کرتے تھے۔ اسی طرح ڈچ انڈیز جاپان کے قرب کی وجہ سے جسے اس وقت ایشیائی آزادی کا خیال گدگدا رہا ہے اور اس میں

صرف برطانوی حکومت کو وہ حائل سمجھتا ہے، وہاں بھی انگریزوں کے خلاف جب اس قِسم کی کوئی تحریک اُٹھتی ہے تو وہاں کے رہنے والے احمدی جہاں ڈچ حکومت کی وفاداری کی تعلیم دیتے وہاں کہتے کہ انگریزوں کو بھی بُرا نہ کہو وہ بھی نیک مزاج اور انصاف پسند ہیں لیکن اب ان واقعات کے بعد ان پر کیا اثر ہوگا۔

انگریز افسر انگلستان جا جا کر ہندوستانیوں کی وفاداری کے بارہ میں یہ رائے ظاہر کیا کرتے ہیں کہ ہندوستان میں کروڑوں آدمی گونگے ہیں ان کی ہم ترجمانی کرتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ اپنے دلوں میں وہ انگریزی حکومت کے مداح ہیں مگر انہیں اپنے خیالات کے ظاہر کرنے کی توفیق نہیں مگر حقیقت یہ نہیں کہ وہ لوگ بیان کرنے کی قابلیت نہیں رکھتے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ بے شک عوام سمجھتے ہیں کہ انگریزوں میں خوبیاں ہیں مگر وہ ان خوبیوں کے اتنے قائل نہیں جتنے احمدی قائل تھے اس لئے وہ دل میں سمجھتے ہیں کہ انگریز اچھے ہیں مگر ساتھ ہی وہ سمجھتے ہیں کہ ہمیں زبان سے اس کے اظہار کی کیا ضرورت ہے۔ ہم اس طرح کیوں اپنے دوسرے بھائیوں کو جو انگریزوں کے برخلاف ہیں مخالف بنالیں۔ پس وہ اس لئے گونگے نہیں کہ انہیں بولنا نہیں آتا بلکہ اس لئے گونگے ہیں کہ انگریزی حکومت کی حفاظت کے لئے وہ اتنی دلچسپی نہیں رکھتے جتنی دلچسپی احمدی رکھتے تھے۔ یہی حال قدرتی طور پر آئندہ ہماری جماعت کے ان ہزارہا آدمیوں کا ہوگا جو غیر ممالک میں رہتے ہیں پہلے وہ ایک جوش کے ماتحت ہر ایسے موقع پر کھڑے ہو جاتے تھے جبکہ کوئی انگریزوں کی بُرائی بیان کر رہا ہو لیکن اب باوجود اس کے کہ میں ان کے مشتعل شدہ جذبات کو ٹھنڈا کر رہا ہوں پھر بھی پہلا سا جوش ان میں کہاں باقی رہ سکتا ہے اور کب وہ اپنے ملک میں رہ کر انگریزوں کے خلاف تحریکات کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ وہ کہیں گے ہمیں کیا ضرورت ہے کہ لوگوں سے انگریزوں کے لئے لڑتے پھریں جبکہ ہماری جماعت پر انگریزوں کی حکومت کے ماتحت مظالم ہو رہے ہیں اور حکومت انہیں دور کرنے کا انتظام نہیں کرتی۔

یہ تفصیلات سمجھنی لوگوں کے لئے بہت مشکل ہوتی ہیں کہ ایک بڑے افسر ہوتے ہیں اور ایک چھوٹے افسر ہوتے ہیں۔ چھوٹے افسر غلط رپورٹیں کر دیتے ہیں جن کی وجہ سے بڑے افسر صحیح واقعات معلوم نہیں کر سکتے اور اس وجہ سے مظلوم کی دادرسی کرنے سے قاصر رہتے ہیں۔ مثلاً اپنی جماعت میں ہی مَیں دیکھتا ہوں جب بعض ماتحت کسی ناظر وغیرہ کے خلاف میرے پاس شکایت کرتے

ہیں تو بعض دفعہ ان کی شکایت کو میں اپنی معلومات کی بناء پر غلط سمجھتا ہوں یا مجھے معلومات نہیں ہوتیں اور میں تحقیقات کر کے شکایت کو غلط پاتا ہوں۔ پھر چونکہ میں بھی انسان ہوں اس لئے کئی دفعہ ایسا بھی ہوسکتا ہو کہ کسی ناظر کی واقع میں غلطی ہومگر میں اسے باوجود کوشش کے معلوم نہ کرسکوں ایسے مواقع پر وہ لوگ جو زیادہ مخلص ہوں گے، وہ تو کہہ دیں گے ناظر کی غلطی نہیں تھی ہماری ہی غلطی تھی اور کئی جو اخلاص کے اس اعلیٰ مقام پر نہیں پہنچے وہ کہہ دیں گے کہ غلطی تو ہماری نہیں مگر خلیفۃ المسیح نے اپنی طرف سے ناظر کی غلطی معلوم کرنے کی پوری کوشش کی، اگر کسی وجہ سے معلوم نہیں ہوسکی تو خیر معاملہ خدا کے سپرد ہے اور کئی لوگ جو اپنے اخلاص کو کھو بیٹھتے ہیں وہ ایسے موقع پر کہہ دیتے ہیں کہ ناظر اپنا آدمی تھا اس لئے اس کی پچ[۲] کر رہے ہیں۔ پس بعینہٖ یہی حالت اگر حکومت کی بھی ہو تب بھی جو بیرونی ممالک میں رہنے والے ہیں انہیں کیا ضرورت ہے کہ وہ کہیں انگریزوں نے تو حالات کو سمجھنے کی پوری کوشش کی تھی مگر وہ انہیں سمجھ نہ سکے۔ غیر حکومتوں کے باشندے اور غیر قوموں کے افراد بھلا اتنی ہمدردی انگریزی قوم سے کہاں رکھ سکتے ہیں کہ وہ اس کی غلطیوں کی بھی تاویل کریں اور انہیں بھی حُسن ظن سے دیکھیں وہ تو اس آواز کی گونج سے متأثر ہوا کرتے تھے جو قادیان سے اُٹھتی اور دنیا کے تمام ممالک میں پھیل جایا کرتی تھی اور ان کی زبانیں طوطے کی طرح وہی رٹنا شروع کر دیتی تھیں جو ہم کہتے لیکن اب ہزارہا غیر ممالک کے احمدی ان واقعات سے متأثر ہو کر انگریزی قوم کی حمایت کے لئے کب وہ قدرتی جوش رکھ سکتے ہیں جو اس سے پہلے ان میں پیدا تھا اور یہ نقصان اس قدر بڑا ہے کہ جب حکومت اسے محسوس کرے گی تو وہ ان افسروں پر لعنت کرے گی جنہوں نے اسے یہ نقصان پہنچایا۔

اب میں یہ بتاتا ہوں کہ ہم پر اس واقعہ کا کیا اثر ہوا ہے۔ پہلا اثر جو مجھ پر ہوا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ ہر مخلص احمدی اپنے اندر اس اثر کو محسوس کرتا ہوگا یہ ہے کہ ہم اپنے نفوس میں ایک نئی زندگی اور نیا تغیر محسوس کرتے ہیں۔ میری صحت ہمیشہ سے خراب رہی ہے۔ اس صحت کی خرابی کی وجہ سے میری طبیعت پر ہمیشہ ایک بوجھ رہتا ہے اور اگر ذرا سی بھی کوئی نئی بیماری آجائے تو وہ اس پُرانی بیماری کو اُبھار دیتی ہے لیکن باوجود اس کے کہ ان فتن کی وجہ سے کام بہت زیادہ ہو گیا، سوائے آنکھوں کی تکلیف کے کہ میں متواتر دیکھ رہا ہوں میری آنکھیں کمزور ہوتی جا رہی ہیں، عام صحت میں خدا تعالیٰ کے فضل سے مَیں ایسی تبدیلی دیکھتا ہوں کہ میں سمجھتا ہوں کہ اس فتنہ کا ہر ظہور میرے لئے دوا کا کام

دے رہا ہے اور مجھے یوں محسوس ہوتا ہے کہ گویا ہر فتنہ کی موجودگی میں اس کا مقابلہ کرنے کے لئے خدا تعالیٰ کی طرف سے میرے جسم میں ایک نئی طاقت، نئی ہمت، نیا ولولہ اور نیا جوش داخل کر دیا جاتا ہے اور اب موجودہ مشکلات کا مقابلہ کرنے کے لئے خدا تعالیٰ نے میرے اندر اتنی ہمت پیدا کر دی ہے کہ میں آج کل اپنے آپ کو کئی سال پہلے سے بہت زیادہ مضبوط جوان محسوس کرتا ہوں۔ بیماریاں وہی ہیں جو پہلے تھیں مگر میرے ارادہ اور میری ہمت اور میرے عزم میں اتنا عظیم الشان تغیر ہو گیا ہے کہ میں اِسے الٰہی فیضان سمجھتا ہوں اور میں یقین رکھتا ہوں کہ ہر مخلص احمدی کی یہی حالت ہو گی۔ کئی بڈھے جو اپنے متعلق یہ سمجھتے تھے کہ اب ان کی موت کا وقت قریب ہے اور اب وہ کیا کام کر سکتے ہیں وہ سمجھتے ہوں گے کہ ہم جوان ہیں اور ہم نے ابھی دنیا میں بہت بڑا کام کرنا ہے۔ یہ کتنا بڑا فائدہ ہے جو اِن متواتر حادثات کی وجہ سے ہمیں حاصل ہؤا۔ اس میں شبہ نہیں کہ جسمانی طور پر انسان عمر کے زیادہ ہو جانے سے کمزور ہو جاتا ہے مگر انسان کی عمر وہ نہیں جو اسے پچاس، ساٹھ یا سو سال حاصل ہوئی بلکہ اگر ایک فتنہ ہم میں نئی ہمت اور نئی روح پیدا کر دیتا اور ہمارے کاموں میں برکت رکھ دیتا ہے اور جو کام بھی ہم کرتے ہیں اس کے نتائج نہایت شاندار نکلتے ہیں تو سوال یہ نہیں کہ ہم پچاس سال جیئے یا ساٹھ سال یا سو سال زندہ رہے بلکہ دیکھا یہ جائے گا کہ اس کام نے ہماری حقیقی زندگی بڑھا دی۔ عمر اُن سالوں کا نام نہیں جنہیں انسان رائیگاں کھو دیتا ہے بلکہ عمر وہ ہے جسے انسان کسی مفید کام میں لگاتا اور لوگوں کے لئے اپنے آپ کو نفع رساں بناتا ہے۔ اگر ہماری پچاس سالہ زندگی میں وہ کام ہو جائے جو کوئی دوسرا دو ہزار سال میں کرے تو حقیقتاً ہماری عمر دو ہزار سال ہو گی نہ کہ پچاس سال۔

پس میں سمجھتا ہوں کہ ان فتن کی وجہ سے ہماری جماعت کے ہزار ہا افراد کے قلوب میں نئی ہمت، نیا ولولہ اور نئی اُمنگیں اور نیا جوش پیدا ہو گیا ہے اور اس طرح اخلاقی اور روحانی لحاظ سے ہماری جماعت کے پہلے سے کئی گنے زیادہ افراد ہو گئے ہیں۔ اگر ایک شخص اپنے اندر تین آدمیوں کی طاقت محسوس کرتا ہے تو وہ ایک نہیں رہا بلکہ تین ہو گئے۔ اور اگر کوئی شخص اپنے اندر دس آدمیوں کی طاقت محسوس کرتا ہے تو وہ ایک نہیں رہا بلکہ دس ہو گئے اور اگر کوئی اپنے اندر سو آدمیوں کی طاقت محسوس کرتا ہے تو وہ ایک نہیں رہا بلکہ سو ہو گئے۔ اور اس طرح ہماری جماعت اخلاقی لحاظ سے پہلے سے کئی گنا زیادہ ہو گئی ہے۔ پھر دینی رنگ میں کوئی بتائے کہ کیا ان مشکلات کی وجہ سے ہماری حوصلہ شکنی

ہوئی؟ دشمن نے زور لگایا اور انتہاء درجہ کا لگایا، دانستہ یا نادانستہ طور پر بعض حکام بھی ان کے ساتھ مل گئے مگر اس کا کیا نتیجہ نکلا؟ اسلام تو ایسے محفوظ اصول پر قائم ہے کہ جو شخص اس کی تعلیموں پر عمل کرے اسے نقصان پہنچ ہی نہیں سکتا۔ مذہبی اور روحانی لحاظ سے نقصان کو الگ رکھو جسمانی اور مادی نقطہءِ نگاہ سے بھی اسلام کی تعلیم پر عمل کرنے والے محفوظ ہو جاتے ہیں۔ جب مؤمن کا اصول یہ ہے کہ بلا وجہ اس نے کسی کو نقصان نہیں پہنچانا تو کوئی دوسرا کس حد تک اسے نقصان پہنچا سکتا ہے۔ مؤمن کا فرض مقرر کیا گیا ہے کہ وہ اپنی زبان کو ایسے طور پر بند رکھے کہ ناجائز طور پر اُسے کھلنے نہ دے مؤمن کا فرض مقرر کیا گیا ہے کہ وہ اپنے ہاتھوں کو ایسے طور پر بند رکھے کہ ناجائز طور پر انہیں کام نہ کرنے دے، مؤمن کا فرض مقرر کیا گیا ہے کہ وہ اپنے پاؤں کو ایسے طور پر بند رکھے کہ ناجائز طور پر انہیں چلنے نہ دے، مؤمن کا فرض مقرر کیا گیا ہے کہ وہ اپنی آنکھوں کو ایسے طور پر بند رکھے کہ ناجائز طور پر انہیں دیکھنے نہ دے، مؤمن کا فرض مقرر کیا گیا ہے کہ وہ اپنے کانوں کو ایسے طور پر بند رکھے کہ انہیں ناجائز طور پر سننے نہ دے، اسی طرح مؤمن کا فرض مقرر کیا گیا ہے کہ وہ اپنے ملمس کو ایسے طور پر بند رکھے کہ ناجائز طور پر اسے چھونے نہ دے اور مؤمن کا فرض مقرر کیا گیا ہے دوسرے رنگ میں زبان کے متعلق کہ ناجائز طور پر اسے چکھنے نہ دے۔ پس جب ایک مؤمن خدا تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے اپنی تمام طاقتوں کو لوگوں کو نقصان پہنچانے سے بچاتا ہے تو ایسے شخص کو کوئی کہاں تک نقصان پہنچا سکتا ہے۔ دنیا ظلم کرنے بھی لگے تو ایک قدم چلے گی، دو قدم چلے گی، تین قدم چلے گی، چار قدم چلے گی، آخر شریف النفس لوگ اس ظلم کو برداشت نہ کر سکیں گے اور کہیں گے کہ کیوں ایک طرف سے ظلم پر ظلم ہو رہا ہے اور دوسری طرف سے خاموشی پر خاموشی ہے۔

پس پہلا فائدہ ان فتن سے یہ پہنچا ہے کہ ہر احمدی حسبِ مراتب اپنی ذات میں نئی ہمت اور نئی اُمنگ پاتا ہے اور دین کی خدمت کے لئے وہ پہلے سے بہت زیادہ جوش اور بہت زیادہ تڑپ اپنے اندر رکھتا ہے۔

دوسرا فائدہ ان حادثات کا میں یہ سمجھتا ہوں کہ ہمیں اپنے اخلاق کے دکھانے کے ایسے مواقع میسر آئے ہیں جو پہلے میسر نہیں تھے۔ لوگ ہمارے متعلق یہ کہا کرتے تھے کہ یہ گورنمنٹ کے کھونٹے پر ناچ رہے ہیں ہماری تمام بہادریاں اور ہماری تمام جرأتیں اس ایک بات سے ضائع ہو جاتی تھیں کہ

گورنمنٹ ان کی طرفدار ہے۔ آج خدا تعالیٰ نے وہ کھونٹا بھی توڑ دیا ہے تا کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ احمدی حکومت کے کھونٹے پر ناچ رہے تھے۔ اب جو ہم اخلاق دکھاتے ہیں وہ اسی قوت کے ماتحت دکھلاتے ہیں جو خدا تعالیٰ نے ہمارے اندر پیدا کی ہے، کسی حکومت کے بل بوتے پر نہیں دکھاتے۔ اس سے پہلے اس قسم کے اخلاق دکھانے کے مواقع ہمیں کہاں حاصل تھے۔ پھر پہلے ہماری جماعت پر انفرادی طور پر ظلم ہوتے تھے مگر اب صحیح یا غلط طور پر ایک قوم جو قانون شکنی کی عادی ہے اس کا خیال ہے کہ حکومت کے بعض افسر بھی اس کے ساتھ ہیں اور وہ جو بھی ظلم کرے کر سکتی ہے اور پکڑی نہیں جا سکتی ۔ میں اس بحث میں نہیں پڑنا چاہتا کہ اس قوم کا یہ خیال درست ہے یا غلط۔ چاہے یہ درست ہو چاہے غلط یہ ایک حقیقت ہے کہ ایسی ذہنیت کے ماتحت وہ قوم جو ظلم بھی کرے گی وہ انتہاء درجہ کا ہوگا۔ پہلے لوگ یہ سمجھتے تھے کہ گورنمنٹ احمدیوں کے ساتھ ہے اس خیال کی وجہ سے کئی لوگ ہم پر ظلم کرنے سے رُکے ہوئے تھے اور یہ صورتِ حالات اتنی واضح تھی کہ حکومت پنجاب کے ایک نہایت ہی اعلیٰ درجہ کے افسر نے چوہدری ظفر اللہ خان صاحب سے جب کہ وہ ابھی حکومتِ ہند میں نہیں گئے تھے کہا کہ اگر لوگوں کو یہ معلوم ہو کہ حکومت آپ کی حمایت یا کسی قِسم کی رعایت کرنے کے لئے تیار نہیں تو آپ کو اس سے کتنا نقصان پہنچ سکتا ہے۔ گویا یہ ایک تسلیم شدہ بات تھی کہ کئی مظالم اس لئے جماعت احمدیہ پر رُکے ہوئے تھے کہ لوگوں کو یہ وہم تھا کہ گورنمنٹ احمدیوں کے ساتھ ہے مگر اب چونکہ ان کا یہ وہم بھی جاتا رہا ہے اس لئے وہ ظلم ہم پر کئے جانے لگے ہیں جو پہلے ہم پر نہیں کئے جاتے تھے مگر اس کے نتیجہ میں خدا تعالیٰ نے ہمارے اندر بھی وہ صبر اور برداشت کا مادہ پیدا کر دیا ہے کہ ہم بخوشی ان مظالم کو سہنے لگ گئے ہیں۔ اگر یہ مظالم ہماری جماعت پر نہ ہوتے تو لوگ کہتے اگر احمدیوں پر زیادہ ظلم ہوتا تو شاید اسے برداشت نہ کر سکتے مگر اب جس طرح اندھا دُھند احرار ہم پر حملے کر رہے ہیں ان کو دیکھتے ہوئے کون کہہ سکتا ہے کہ ہمارا صبر کمزور سا صبر ہے۔ واقعات سے صاف ثابت ہے کہ ایک قوم حکومت سے نڈر ہو کر ہم پر حملہ کرتی ہے مگر ہم اس کے مظالم برداشت کرنے کے لئے ہر وقت تیار رہتے ہیں۔

تیسرا فائدہ ان حادثات سے ہمیں یہ پہنچا ہے کہ ہمیں اپنی جماعت کی نئی تربیت کا موقع ملا ہے پہلے چونکہ ہماری جماعت پر اس رنگ میں مظالم نہیں ہوتے تھے اس لئے ہماری قربانیاں بھی محدود اثر رکھتی تھیں۔ کسی نے کسی احمدی کو ایک جگہ مارا پیٹا، کسی دوسرے نے کسی احمدی پر مقدمہ کر دیا، یہ

انفرادی حملے تھے جو جماعت کے افراد پر کئے جاتے تھے مگر آج کا حملہ قومی حملہ ہے اور قوم کو بچانے کے لئے چونکہ نئی نئی تدابیر اور نئے نئے وسائل کی ضرورت ہوتی ہے اس لئے خدا تعالیٰ نے ہمیں وہ نئی نئی سکیمیں اور جماعت کی ترقی کے لئے نئی سے نئی تدبیریں بتائیں جو پہلے ہمیں معلوم نہیں تھیں یا معلوم تو تھیں مگر جماعت کی حالت ان کو قبول کرنے کے لئے تیار نہ تھی۔ پھر ان مظالم کے نتیجہ میں آپ ہی آپ لوگوں کی تربیت ہوتی جا رہی ہے۔ اب ہر شخص خود بخود یہ محسوس کرنے لگا ہے کہ قومی حملہ کے مقابلہ میں قومی دفاع کی ضرورت ہؤا کرتی ہے۔ اس قِسم کے قومی حملوں کے دفاع میں کانگرس ہم سے زیادہ واقف تھی مگر اب ہماری جماعت بھی اس طریق کار سے واقف ہوتی جاتی ہے اور اپنی ذمہ داری کا زبردست احساس پیدا ہوتا جا رہا ہے۔ یہاں دفعہ ۱۴۴ نافذ کی گئی اور ہم چونکہ قانون کی باریکیوں سے واقف نہیں اور ہمیں یہ معلوم نہیں ہوسکتا کہ حکام بعض دفعہ زبردستی بھی ایک دفعہ کا نفاذ کر دیا کرتے ہیں اس لئے جب انہوں نے دفعہ ۱۴۴ لگائی تو ہم نے دل میں کہا گورنمنٹ نے جو کچھ کیا ہوگا اپنے حالات کے ماتحت درست کیا ہوگا مگر ان فتن کی وجہ سے ہماری جماعت میں جو قومی روح پیدا ہو چکی تھی اس کے ماتحت لاہور میں بیٹھے اور قانون کی کتابوں کی ورق گردانی کرتے ہوئے ہمارے عزیز شیخ بشیر احمد صاحب ایڈووکیٹ کو ایک بات سُوجھی اور انہوں نے سمجھا کہ گورنمنٹ نے بے جا طور پر اس دفعہ کا ہم پر اطلاق کیا ہے۔ چنانچہ وہ میرے پاس آئے اور انہوں نے کہا کہ ہم اس دفعہ کو تڑوا سکتے ہیں۔ میرے ذہن میں فلاں بات آئی ہے۔ میں نے کہا کہ ہمیں تو اس کا علم نہیں تھا۔ آپ کوشش کریں چنانچہ انہوں نے کوشش کی اور وہ دفعہ اڑ گئی۔ گو مدت کے گزر جانے کی وجہ سے قانونی طور پر اُڑی مگر بہر حال اُڑی۔ اسی طرح ہزاروں احمدیوں کو میں دیکھتا ہوں کہ وہ اپنی اپنی جگہ سلسلہ کی خدمت میں لگے ہوئے ہیں۔ غرض یہ تربیت اور تنظیم جو اَب ہماری جماعت کی ہو رہی ہے وہ اس سے پہلے نہیں تھی۔

چوتھی بات جو میرے لئے نہایت ہی اہم ہے اور جسے ہم کسی صورت میں نظر انداز نہیں کر سکتے یہ ہے کہ ایشیا کا ایک بہت بڑا حصہ ایسا ہے جس میں آزادی کی روح پیدا ہو چکی ہے اور جو اپنی آزادی کے راستہ میں سب سے زیادہ مُخِلّ انگریزوں کو سمجھتا ہے تم مت خیال کرو کہ اخبارات میں یہ نکلتا رہتا ہے کہ ترکی کی حکومت انگریزوں کی خیر خواہ ہے یا افغانی حکومت کے انگریزوں سے دوستانہ

تعلقات ہیں، یا جاپانی یا چینی حکومت انگریزوں سے دوستی رکھتی ہے، ان اخباری اعلانات سے دھوکا مت کھاؤ۔ ہم اپنی رپورٹوں سے جانتے ہیں کہ بیشتر حصہ تعلیم یافتہ طبقہ کا ایسا ہے جو خواہ ایران کا ہو، خواہ عرب کا ہو، خواہ جاپان کا ہو، خواہ ترکستان کا انگریزی حکومت کا خطرناک دشمن ہے اور وہ سمجھتا ہے کہ انگریزی حکومت نے ہی اس کی آزادی کے راستہ میں روک ڈالی ہوئی ہے۔ جاپان کا تعلیم یافتہ طبقہ سمجھتا ہے کہ اگر انگریز نہ ہوتے تو سارے ایشیا پر ہم حاکم ہوتے، چین کے لوگ سمجھتے ہیں کہ کئی حکومتیں جو جاپان کے مقابلہ میں ہماری مدد کے لئے تیار ہوسکتی تھیں محض انگریزوں کی وجہ سے مدد کرنے سے رُکی ہوئی ہیں، افغانستان کے اندرونی حالات اور انگریزوں کے متعلق ان کی رائے کا پتہ حضرت صاحبزادہ عبداللطیف صاحب شہید کے واقعہ سے لگ سکتا ہے، یہی حال ایران اور عرب کا ہے۔ ایسی حالت میں جب لوگوں پر یہ اثر تھا کہ احمدی انگریزی قوم کے ایجنٹ ہیں تو تعلیم یافتہ طبقہ کی اکثریت ہماری باتیں سننے کے لئے تیار نہیں تھی۔ وہ سمجھتے تھے کہ گویہ مذہب کے نام سے تبلیغ کرتے ہیں مگر دراصل انگریزوں کے ایجنٹ ہیں۔ یہ اثر اتنا وسیع تھا کہ جرمنی میں جب ہماری مسجد بنی تو وہاں کی وزارت کا ایک افسرِ اعلیٰ بھی ہماری مسجد میں آیا یا اس نے آنے کی اطلاع دی، اُس وقت مصریوں اور ہندوستانیوں نے مل کر جرمنی حکومت سے شکایت کی کہ احمدی، حکومتِ انگریزی کے ایجنٹ ہیں اور یہ یہاں اس لئے آئے ہیں کہ انگریزوں کی بنیاد مضبوط کریں۔ ایسے لوگوں کی ایک تقریب میں ایک وزیر کا شامل ہونا تعجب انگیز ہے۔ اس شکایت کا اتنا اثر پڑا کہ جرمنی حکومت نے اُس وزیر سے جواب طلبی کی کہ احمدی جماعت کے کام میں تم نے کیوں حصہ لیا۔ پھر یہ خیال کہ جماعت احمدیہ انگریزوں کی ایجنٹ ہے لوگوں کے دلوں میں اسقدر راسخ تھا کہ بعض بڑے بڑے سیاسی لیڈروں نے مجھ سے سوال کیا کہ ہم علیحدگی میں آپ سے پوچھتے ہیں کیا یہ صحیح ہے کہ آپ کا انگریزی حکومت سے اس قسم کا تعلق ہے۔ ڈاکٹر سیّد محمود جو اِس وقت کانگرس کے سیکرٹری ہیں، ایک دفعہ قادیان آئے اور انہوں نے بتایا کہ پنڈت جواہر لعل صاحب نہرو جب یورپ کے سفر سے واپس آئے تو انہوں نے سٹیشن پر اُتر کر جو باتیں سب سے پہلے کیں ان میں سے یہ ایک تھی کہ میں نے اس سفر یورپ سے یہ سبق حاصل کیا ہے کہ اگر انگریزی حکومت کو ہم کمزور کرنا چاہتے ہیں تو ضروری ہے کہ اس سے پہلے احمدیہ جماعت کو کمزور کیا جائے جس کے معنی یہ ہیں کہ ہر شخص کا یہ خیال تھا کہ احمدی جماعت انگریزوں کی نمائندہ اور

ان کی ایجنٹ ہے ۔ جب تمام لوگ اپنے دلوں میں یہ خیال رکھتے ہوں تو تعلیمیافتہ طبقہ اگر ہمارے سلسلہ کی طرف توجہ نہ کرتا تو اس میں وہ ایک حد تک معذور تھا لیکن اب ان واقعات نے لوگوں کی آنکھیں کھول دی ہیں اور انہیں معلوم ہو گیا ہے کہ ہم انگریزوں کے ایجنٹ نہیں ۔ ابھی تھوڑے دنوں کی بات ہے ہندوستان کی ایک سیاسی انجمن کے ایک ذمہ دار شخص نے ہمارے ایک دوست سے کہا کہ ہماری آنکھیں تو اب کھلی ہیں ۔ ہم ہمیشہ سمجھتے تھے کہ آپ کی جماعت انگریزوں کی ایجنٹ ہے مگر اب پتہ لگا کہ یہ بات غلط ہے تو اِس تبدیلی سے ہمیں کتنا بڑا فائدہ ہوا در حقیقت اللہ تعالیٰ کا قانون ہے کہ وہ ایک رستہ کو بند کرتا ہے تو دوسرا رستہ کھول دیتا ہے ۔ جس شخص کی ایک آنکھ بیٹھ جائے اس کی دوسری آنکھ بہت زیادہ تیز ہو جاتی ہے، جو ایک کان سے بہرہ ہو جائے اس کا دوسرا کان بہت جلدی باتیں سن لیتا ہے، اسی طرح ہمارے ساتھ ہوا ۔ جب یہ خیال دُور ہوا کہ ہم انگریزی گورنمنٹ کی حمایت کی وجہ سے بڑھ رہے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے دوسری طرف کی حمایت پیدا کر دی ۔ بہر حال دنیا کا تعلیم یافتہ طبقہ ہمارے بہت زیادہ قریب ہو گیا ہے اور اب وہ ہماری باتیں زیادہ توجہ اور غور سے سن سکے گا ۔ غرض اس الزام کے دور ہو جانے کی وجہ سے غیر ممالک میں ہماری تبلیغ خدا تعالیٰ کے فضل سے بہت زیادہ آسان ہو جائیگی ۔ عرب میں، مصر میں، چین میں، جاپان میں بلکہ خود ہندوستان میں بھی ہماری تبلیغ آسان ہو جائے گی کیونکہ ہندوستان میں بھی زیادہ تعلیمیافتہ طبقہ ایسا ہے جو کسی ایسی جماعت سے تعلق رکھنے کے لئے تیار نہیں جس کے متعلق اسے یہ احساس ہو کہ وہ گورنمنٹ کی ایجنٹ ہے ۔ پھر ہمارا مذہب چونکہ یہ ہے کہ حکومت کی فرمانبرداری کی جائے اور اس کے قوانین کی خلاف ورزی نہ کی جائے مگر اس میں انگریزوں کی شرط نہیں ۔ اگر کوئی ڈچ گورنمنٹ کے ماتحت رہتا ہو تو اس کا فرض ہے کہ ڈچ گورنمنٹ کی اطاعت کرے اور اگر کوئی چین، جاپان یا افغانستان میں رہتا ہو تو اس کا فرض ہے چینی، جاپانی یا افغانی حکومت کی اطاعت کرے اس لئے اللہ تعالیٰ نے کہا احمدیوں نے تو انگریزوں سے اپنے تعلقات بگاڑنے نہیں، آؤ اس الزام کے دور کرنے کے لئے کہ جماعت احمدیہ حکومتِ انگریزی کی ایجنٹ ہے حکومتِ انگریزی کے بعض افسروں کے دل میں تحریک پیدا کر دیتے ہیں کہ وہ آپ احمدیوں سے بگاڑ لیں جیسے رسول کریم ﷺ کے زمانہ میں ہوا ۔ آپ کی بھی یہی تعلیم تھی کہ جس کے ماتحت رہو اُس کی اطاعت کرو ۔ تیرہ سال آپ مکّہ معظّمہ میں رہے اور آپ نے صبر و برداشت

سے کام لیا۔ اس کے بعد خدا تعالیٰ آپ کو مدینہ لے گیا اور وہاں اجازت دی گئی کہ اگر دشمن تلوار سے حملہ کرتا ہے تو تلوار سے اس حملہ کا دفاع کیا جائے مگر اس حکم کے باوجود رسول کریم ﷺ نے پھر بھی دشمن پر حملہ کرنے میں ابتداء نہ کی بلکہ اس انتظار میں رہے کہ دشمن حملہ کرے تو آپ اس کا جواب دیں۔ اور اگر یہی صورت حالاتِ رہتی کہ دشمن حملہ نہ کرتا تو رسول کریم ﷺ جنگ نہ کرتے مگر اللہ تعالیٰ نے کہا ہم نے چونکہ مسلمانوں کو ابتداءً حملہ کرنے سے روکا ہوا ہے، اس لئے وہ تو حملہ نہیں کریں گے آؤ ہم مکّہ والوں کو لڑائی پر اُکساتے ہیں۔ چنانچہ مکّہ والوں کو بیٹھے بٹھائے جنون سُوجھا اور انہوں نے مدینہ پر حملہ کر دیا تب مسلمانوں کو بھی جنگ کرنی پڑی۔ غرض بعض حکام کے موجودہ رویہ نے یہ بات ثابت کر دی ہے کہ ہم حکومتِ انگریزی کے ایجنٹ نہیں۔ اگر گورنمنٹ کے ہم ایجنٹ ہوتے تو کیا حکومت کا ہم سے وہی سلوک ہوتا جو اَب ہو رہا ہے؟ پس یہ بھی ایک فائدہ ہے جو اس فتنہ کی وجہ سے ہمیں پہنچا۔ مذہب کی ہدایت کے ماتحت چونکہ ہم نے خود حکومت سے بگاڑ پیدا نہیں کرنا تھا اس لئے خدا تعالیٰ نے خود ایسے حالات پیدا کر دیئے کہ ہم اس الزام سے بَری ہو گئے اور تبلیغ کا نیا رستہ ہمارے لئے کھل گیا۔

یہ وہ اثرات ہیں جو ہماری جماعت پر موجودہ فتن کے ہوئے ہیں۔ مگر یاد رکھو تمام تأثرات اور تاثیرات بے فائدہ ہوتی ہیں جب تک وہ جماعت جس کے لئے وہ تأثرات و تاثیرات پیدا کی جاتی ہیں اپنے عمل سے یہ ثابت نہ کر دے کہ وہ ایک بڑھنے والی قوم ہے اور کوئی روک اس کے مقصد کے حصول سے اسے نہیں ہٹا سکتی۔ میں جب میاں شریف احمد صاحب پر حملہ کے واقعہ کو دیکھتا ہوں اور پھر لوگوں کے خطوط پڑھتا ہوں تو مجھے حیرت اور ہنسی آتی ہے۔ ایک طرف میں اپنی جماعت کو بار بار یہ نصیحت کرتا ہوں کہ قانون شکنی نہ کرو، قانون شکنی نہ کرو اور دوسری طرف لوگ مجھے لکھتے ہیں کہ آپ ہمیں اجازت دے دیں، پھر دیکھیں کہ کیا ہوتا ہے؟ کیسی بے وقوفی کی بات ہے جس بات کو میں مذہباً جائز ہی نہیں سمجھتا اس کے جواز کی مجھ سے خواہش کرنی کیا اس سے زیادہ بے وقوفی کی بات اور اس سے زیادہ عبث اور بیہودہ فعل بھی کوئی ہوسکتا ہے؟ مذہب کو جانے دو اگر صرف قانون کا ہی سوال ہو تو کیا جسے اشتعال آیا کرتا ہے وہ لوگوں سے کہا کرتا ہے کہ مجھے اجازت دی جائے اور پوچھا کرتا ہے کہ اب میں کیا کروں۔ بھلا دنیا میں ایسی کوئی مثال ملتی ہے کہ کسی کو اشتعال آیا ہو اور وہ لوگوں سے مشورہ

لینے کے لئے چلا گیا ہو۔ غرض مذہبی لحاظ سے، اخلاقی لحاظ سے اور قانونی لحاظ سے یہ بات بالکل بیہودہ ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ ایسا خیال محض ایک بیچارگی کے احساس کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے ورنہ اگر وہ عقل سے کام لیں اور سمجھیں کہ وہ بے چارے نہیں بلکہ قانون کے اندر رہتے ہوئے بھی ہزاروں حل ان کی مشکل کے موجود ہیں تو اس قسم کے خیال ان کے دلوں میں کبھی پیدا نہ ہوں۔ میں نے ایک پہلے خطبہ جمعہ میں بتایا تھا کہ اگر تم میں سے کوئی شخص اُٹھتا ہے اور اپنے مخالفوں میں سے ایک کو مار دیتا ہے تو اس سے کیا فائدہ ہوگا، کچھ بھی نہیں۔ ایسے کام انسان اُسی وقت کرتا ہے جب عقل بے چارگی کے احساس سے ماری جاتی ہے مگر جب وہ سمجھے کہ میں مشکل سے مشکل کام کرسکتا ہوں اور بغیر قانون شکنی کئے کرسکتا ہوں تو اُس وقت یہ خیالات اس کے دل میں پیدا نہیں ہوتے اسی لئے میں نے اپنی جماعت کے ایک حصہ کو اجازت دی تھی کہ ان میں سے وہ لوگ جو آزاد ہیں اور حکومت کے ملازم نہیں، اپنے اپنے مقام پر نیشنل لیگ بنالیں اور جماعت کی حرمت کے تحفظ کے لئے کام کریں۔ مگر جہاں ہزاروں کی تعداد میں مجھے خطوط آئے ہیں بلکہ جماعتوں اور افراد کے خطوط ملا کر میں سمجھتا ہوں پچاس ساٹھ ہزار نفوس کی طرف سے عزیزم مرزا شریف احمد صاحب پر ایک احراری کے حملہ کے سلسلہ میں خطوط آئے ہیں وہاں میں پوچھتا ہوں ان میں سے کتنے ہیں جو نیشنل لیگ کے ممبر بنے؟ کیا وہ سمجھتے ہیں کہ میری طرف غصہ اور جوش سے بھرے ہوئے خطوط لکھ دینے سے ان کے ایمان کا امتحان ہو جائے گا۔ اگر واقع میں تمہارے اندر ایمان ہوتا اور ان واقعات کے نتیجہ میں تمہارے دلوں میں عارضی جوش نہیں بلکہ حقیقی غیرت پیدا ہوئی ہوتی تو بجائے اس رنگ میں جوش کا اظہار کرنے کے تمہیں چاہئے تھا کہ تم نیشنل لیگ کے ممبر بنتے اور اس کو مضبوط بناتے۔ مگر جہاں تک مجھے معلوم ہے نیشنل لیگ کی ممبری اِس وقت دو اڑھائی ہزار سے زیادہ نہیں حالانکہ اگر اپنے فرائض کا احساس ہوتا اور باقاعدہ جدّ و جہد کی جاتی تو نیشنل لیگ کے اڑھائی تین ہزار ممبر صرف ضلع گورداسپور سے ہو سکتے تھے۔ میں دوستوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ زبانی دعووں سے نہ خدا خوش ہوسکتا ہے نہ مَیں خوش ہوسکتا ہوں اور نہ دنیا کا کوئی عقلمند خوش ہوسکتا ہے۔ تم اپنی کتنی ہی غصے والی شکل بناؤ، تم فرطِ غیظ وغضب سے کس قدر کانپنے لگ جاؤ، تم کتنے ہی جوش میں مجھے ایک چٹھی لکھ دو، تم کتنے ہی زوردار الفاظ میں اخبار میں ایک ریزولیوشن شائع کرادو، ان تمام باتوں کا کیا فائدہ ہوگا اور کون اس سے متأثر ہوسکتا ہے۔ حضرت مسیح موعود

علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک مثل سنایا کرتے تھے کہ کوئی امیر آدمی تھا جس کے مطبخ میں سے کتّے بہت سی چیزیں کھا جایا کرتے تھے۔ جب اس کے باورچی خانہ کا خرچ بہت بڑھ گیا کیونکہ بہت سی چیزیں تو کتّے کھا جاتے اور بہت سی چیزیں ان کے منہ ڈالنے کی وجہ سے بیکار ہو جاتیں تو اُس نے اخراجات کو کم کرنے کی کوشش کی اور جب اسے معلوم ہؤا کہ باورچی خانہ کا دروازہ نہ ہونے کی وجہ سے کتّے اندر داخل ہو جاتے ہیں تو اُس نے حکم دیا کہ باورچی خانہ کو دروازہ لگا دیا جائے تا کہ کتّے اندر داخل نہ ہو سکیں۔ جب دروازہ لگ گیا تو سارے کتّے مل کر رونے لگے کہ اب تو ہم بھوکے مر جائیں گے۔ جب سب نے مل کر رونا شروع کیا تو ایک بڈھا کتّا آیا اور کہنے لگا روتے کیوں ہو؟ انہوں نے کہا کہ ہم بھوکے مر جائیں گے۔ فلاں امیر کے باورچی خانہ سے کئی چیزیں کھا لیا کرتے تھے ہزاروں کی رسد اُس میں پڑی رہتی تھی اور بیسیوں چیزیں تیار ملتی تھیں مگر اب اس نے دروازہ لگوا دیا ہے۔ وہ بڈھا کتّا کہنے لگا پاگل ہو گئے ہو بھلا جس نوکر کو اس بات کی پروا نہیں ہوئی کہ تم وہاں سے چیزیں اُٹھا اُٹھا کر کیوں کھاتے ہو وہ اس دروازہ کو بند کب کرے گا۔ تو خالی ریزولیوشنوں سے کوئی نہیں ڈرا کرتا نہ لوگوں پر اس کا کوئی اثر ہؤا کرتا ہے اور نہ عقل سے باہر نکل کر اپنے جذبات کا اظہار کرنے سے کوئی نتیجہ رونما ہوتا ہے۔ اپنے آپ کو منظّم کر دینا اور قانون کے ماتحت رہتے ہوئے استقلال اور حُسنِ تدبیر سے اپنے مطالبات کے حصول کے لئے کوشش کرنا یہ وہ چیزیں ہیں جو انسان کو حقوق دلاتی ہیں۔ اگر قادیان کے تمام افراد بھی نیشنل لیگ کے ممبر بننا چاہیں تو بن سکتے ہیں کیونکہ کوئی سرکاری ملازم نہیں۔ جمعہ میں ہی تین ہزار کے قریب احمدی ہوتے ہیں اور اس تمام ضلع کی احمدی آبادی میرے نزدیک ۴۵ ہزار کے قریب ہے گو کبھی بھی صحیح طور پر مردم شماری کا ہمیں موقع نہیں ملا (پچھلے دنوں مَیں نے ہدایت کی تھی کہ ضلع بھر کی احمدی مردم شماری کر کے میرے پاس رپورٹ کی جائے مگر افسروں نے سمجھا یہ مردم شماری صرف ان کے اپنے علم کے اِزدیاد کیلئے ایک کھیل ہے میرے پاس انہوں نے رپورٹ کرنے کی ضرورت نہ سمجھی۔) بہرحال اگر جماعت کی تعداد اس سے نصف بھی ہو جتنی میں نے بیان کی ہے تب بھی تین ہزار آدمی ضلع گورداسپور سے نیشنل لیگ کا ممبر ہو سکتا ہے اور اگر باقی جماعتوں کے ممبروں کو اس میں شامل کر لیا جائے تو نیشنل لیگ کے ممبروں کی تعداد بہت زیادہ ہو سکتی ہے مگر افسوس ہے اس کی اہمیت کو ابھی تک لوگوں نے نہیں سمجھا۔ اگر نیشنل لیگ اپنے ممبروں میں توسیع کرے تو زیادہ ذمہ داری

کے کام اس کے سپرد کئے جا سکتے ہیں۔اور ہم پہلے سے زیادہ اختیارات نیشنل لیگ کو دینے کیلئے تیار ہیں بشرطیکہ اس کے پانچ ہزار ممبر بن جائیں۔جب پانچ ہزار ممبر بن جائیں گے اور مجھے اس کی اطلاع مل جائے گی ،اُس وقت انہیں زیادہ وسیع پیمانے پر کام کرنے کی اجازت دے دی جائے گی۔کئی لوگ یہ بھی شکوہ کرتے ہیں کہ سلسلہ کے افسر نیشنل لیگ کے کاموں میں دخل دیتے ہیں اور کہتے رہتے ہیں یہ نہ کرو وہ نہ کرو۔میرے نزدیک گو ایک حد تک جماعت کے اعلیٰ کارکنوں کا نیشنل لیگ کے کاموں میں دخل دینا جائز اور درست ہو سکتا ہے جیسے اگر نیشنل لیگ کسی وقت قانون کی خلاف ورزی کرنے لگے تو وہ اسے روک سکتے ہیں لیکن عام طور پر نیشنل لیگیں سلسلہ کے افسروں کے ماتحت نہیں۔میں اعلان کر چکا ہوں کہ میں بھی نیشنل لیگ کے کاموں میں دخل نہیں دوں گا سوائے اس کے کہ کھلے طور پر دیکھوں کہ قانونِ ملکی کو توڑا جا رہا یا قانونِ شریعت کی بے حرمتی کی جا رہی ہے۔پس جب تک کفر بواح[۳] اس میں نہ پایا جائے اور بغاوتِ بواح اس میں نہ پائی جائے ،مَیں بھی نیشنل لیگ کے کاموں میں دخل نہیں دوں گا ،کجا یہ کہ کوئی ناظر دخل دے۔مگر یہ عجیب بات ہے کہ باوجود اس کے کہ نیشنل لیگ والوں کو ہم نے آزاد رکھا ہوا ہے ،پھر بھی وہ ہم سے مشورہ لینے کے خواہشمند رہتے ہیں حالانکہ انہیں اپنی عقل و سمجھ سے کام لے کر خود نئی نئی تجاویز سوچنی اور نئے نئے طریقِ کار معلوم کرنے چاہئیں۔اصول میں نے بتا دیئے ہیں کہ قانون شکنی نہ کرو اور شریعت شکنی نہ کرو اور ان دونوں پابندیوں کے ساتھ سلسلہ کی حفاظت کے لئے پوری پوری کوشش کرو۔بے شک اس کے لئے اگر دیگر انجمنوں کو تمہیں اپنے ساتھ ملانا پڑے تو ملا لو اور اگر خود ان انجمنوں میں سلسلہ کی بہبودی کے لئے ملنا چاہو تو مل جاؤ۔پھر اپنے لٹریچر کے ساتھ ،جلسوں کے ساتھ اور تنظیم کے ساتھ نیشنل لیگ کو مضبوط بناؤ۔سکھوں اور ہندوؤں اور غیر قوموں کی بھی بے شک تنظیم کرو۔ان امور میں ہم سے پوچھنے کی کیا ضرورت ہے۔اگر ہمیں ان کاموں کے لئے فرصت ہوتی تو اس کام کو علیحدہ کرنے کی ضرورت کیا تھی۔علاوہ ازیں میری مذہبی ذمہ داریاں مجھے اجازت نہیں دیتیں کہ میں ایسے کاموں میں حصہ لوں۔کشمیر کے کام کے بعد میں نے دل میں اقرار کیا تھا کہ میں آئندہ حتّی الوسع کسی ایسے کام میں حصہ نہیں لوں گا کیونکہ اُن دنوں میں نے دیکھا کہ سلسلہ کے دوسرے کاموں کے لئے میرے پاس بہت کم وقت بچتا تھا پھر آخر مَیں انسان ہوں اور ساری دنیا کے کام نہیں کر سکتا۔کام تبھی چل سکتا ہے کہ بعض قِسم کے کام سنبھالنے کے لئے ہماری

جماعت ہر وقت تیار رہے اور جب اس کے سپرد کوئی کام کیا جائے تو وہ اسے تندہی سے کرے۔ باقی طبیعت میں ڈر جو ہوتا ہے اس سے کام نہیں چلتا۔ یہ خیال کہ شاید ہمارے اس کام سے خلیفۃ المسیح ناراض ہو جائیں، شاید اس کام سے گورنمنٹ ناراض ہو جائے، شاید فلاں افسر ناراض ہو جائے، بالکل فضول خیالات ہیں اور ان خیالات سے کام میں کامیابی نہیں ہؤا کرتی۔ جب کوئی خفا ہوگا دیکھا جائے گا، تم پہلے ہی ڈر کر اپنے کاموں کو کیوں خراب کرتے ہو۔ ہاں سوچ کر کام کرو اور غور و فکر کرنے کے بعد بھی اگر کوئی تم سے غلطی ہو جاتی ہے تو خوشی سے سزا برداشت کرلو۔ جو شخص سزا سے ڈرتا ہے وہ کبھی کام نہیں کرسکتا۔ اگر تم ڈرتے رہو کہ اس کام سے خلیفۃ المسیح ناراض ہو جائیں گے، فلاں کام سے فلاں افسر ناراض ہو جائے گا، تو تم کبھی کام نہیں کرسکو گے۔ اگر تم اپنی طرف سے سوچ سمجھ کر ایک کام کرتے ہو اور میں کسی وجہ سے ناراض ہوتا ہوں تو میری ناراضگی بھی تمہارے لئے مفید ہوگی اور اس طرح تم خدا تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرسکو گے۔ اور اگر اپنی کسی بُری حرکت سے میرے ناراض ہونے کا تمہیں قوی احتمال ہے تو ایسی حرکت تم کرو گے ہی کیوں۔ ایک مجسٹریٹ کے پاس ایک دفعہ ایک احمدی کسی گواہی کے لئے گیا۔ گواہی کے بعد اس نے مذہبی بات چیت شروع کر دی اور کہنے لگا میں کچھ باتیں پوچھنی چاہتا ہوں کیا آپ ناراض تو نہیں ہوں گے۔ وہ احمدی کہنے لگا اگر آپ ناراضگی کی بات نہیں کریں گے تو کیا میں پاگل ہوں جو ناراض ہو جاؤں اور اگر وہ بات جو آپ کہنا چاہتے ہیں ناراضگی والی ہے تو آپ کریں ہی کیوں۔ پس اگر تمہارے نزدیک کوئی مجھے ناراض کرنے والی بات ہے تو وہ کیوں کرتے ہو۔ اور اگر تم اپنی طرف سے ہدایات پر عمل کرتے ہوئے کوئی کام کرو مگر میرے نزدیک وہ غلط ہو تب بھی تمہیں اپنی نیک نیت کا ثواب مل جائے گا اور میری ناراضگی تمہاری اصلاح کا موجب ہوگی۔ یاد رکھو جو شخص اس لئے کوئی قربانی کرتا ہے کہ وہ اسے سلسلہ کے لئے مفید سمجھتا ہے اس کا اسے ثواب ملے گا خواہ ہم ناراض ہو جائیں کیونکہ وہ اس لئے ناراضگی سے نہیں ڈرتا کہ وہ میری ناراضگی کی کوئی قیمت نہیں سمجھتا بلکہ اس لئے نہیں ڈرتا کہ وہ سمجھتا ہے کہ جب میرے سپرد ایک کام کیا گیا ہے تو میرا فرض ہے کہ مقرر کردہ حدود کے اندر رہ کر دلیری سے کام کروں اور نتائج کی پروانہ کروں۔

پس اگر باوجود تمام تمہاری احتیاطوں کے کسی وجہ سے میری ناراضگی کے تم مورد بنتے ہو تو یہ ناراضگی تمہارے لئے خدا تعالیٰ کی خوشنودی کا موجب ہوگی۔ غرض آزاد ہو کر کام کرو۔ میری طرف

سے تم پر صرف دو پابندیاں عائد ہیں۔اوّل شریعت شکنی مت کرو دوسرے قانون شکنی مت کرو۔اس کے بعد جتنے جائز ذرائع سے تم کام لے سکتے ہولو اور جتنے جائز ذرائع سے تم سلسلہ کی عظمت کو ملک میں قائم کر سکتے ہو اور اسکی ہتک کا ازالہ کر سکتے ہو یا سارے ملک کی عظمت اور وقار کو قائم کرنے کے لئے جدّ و جہد کر سکتے ہو کرو اور نڈر ہو کر کام کرو!

میں اس موقع پر جماعت سے بھی کہتا ہوں کہ ان میں سے جو لوگ نیشنل لیگ کے ممبر بنے ہیں، وہ اس کی کیا مالی امداد کرتے ہیں۔قربانی کے دعوے کرنے سے کیا بنتا ہے جبکہ عملی رنگ میں تم قربانی کرنے کے لئے تیار نہ ہو۔تم یہ نہیں کہہ سکتے کہ تم صدر انجمن کے چندے بھی دیتے ہو، چندہ تحریک جدید بھی جاری ہے اور اب یہ نیا چندہ شروع ہو گیا ہے۔اگر تم اپنا سب کچھ احمدیت کو دینے کے لئے تیار نہیں، اگر تم مالی امداد کرنے سے کسی وقت بھی گھبراتے اور کنارہ کشی اختیار کرتے ہو تو تم کیوں یہ کہہ کر جھوٹ بولتے ہو کہ ہماری جان اور ہمارا مال سلسلہ کے لئے حاضر ہے اور کیوں یہ کہہ کر جھوٹ بولتے ہو کہ اگر ہمیں حکم دیا جائے تو ہم اپنا سب کچھ خدمتِ اسلام کے لئے وقف کرنے کو تیار ہیں۔کیا کبھی روپیہ کے بغیر بھی کوئی کام چل سکتا ہے؟ اگر نہیں تو بغیر روپیہ کے نیشنل لیگ کا کام کس طرح چل سکے گا۔

رسول کریم ﷺ کے زمانہ میں کم سے کم روپیہ کی ضرورت ہوا کرتی تھی مگر اُس زمانہ میں بھی حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک دفعہ بارہ ہزار درہم چندہ دیا۔جب تک ہماری جماعت کی تمام نیشنل لیگیں اپنے اپنے پاؤں پر مضبوطی سے کھڑی نہیں ہو جاتیں، جب تک ایک آل انڈیا باڈیز نیشنل لیگ قائم نہیں ہو جاتی، جب تک اس کا ایک مستقل دفتر نہیں بن جاتا، جب تک اس کے لئے ایک مستقل پریس کا انتظام نہیں ہو جاتا، جب تک اس کا ایک مستقل سیکرٹری مقرر نہیں ہو جاتا، جب تک اس کی شاخیں تمام ہندوستان میں پھیل نہیں جاتیں اور ان کی نگرانی اور قیام کے لئے انسپکٹر مقرر نہیں ہوتے اور جب تک اس کے لئے ایک مستقل والنٹیر کور مرتب نہیں ہو جاتی جو مفوّضہ کاموں کو فوری طور پر سرانجام دے، اُس وقت تک نیشنل لیگ کب کام کر سکتی ہے۔ہمارے آدمی شاید یہ سمجھتے ہوں کہ یہ کام اُسی وقت ضروری ہوتے ہیں جب لڑائی ہو رہی ہو۔امن کے زمانہ میں ان کی ضرورت نہیں ہوتی مگر یہ درست نہیں۔دنیا میں کبھی کوئی کام تنظیم کے بغیر نہیں ہوا معمولی مدرسوں کے لئے بھی

سرمایہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ پھر نیشنل لیگ کے دفتر اور دفتر کی ضروریات کے لئے اور اسے تمام ہندوستان میں پھیلانے کے لئے کس قدر روپے کی ضرورت ہے۔ میرے یہ کہہ دینے سے کہ قانون اور شریعت کی خلاف ورزی نہ کرو یہ مطلب نہیں کہ تھوک سے پکوڑے پک جائیں گے۔ اس کے لئے مستقل تنظیم اور ہزار ہا روپیہ سالانہ کی ضرورت ہے، سیکرٹری کی ضرورت ہے، کلرکوں کی ضرورت ہے، انسپکٹروں کی ضرورت ہے، جو تمام نیشنل لیگوں کا دورہ کرتے ہیں، دفاتر کی ضرورت ہے اور اس طرح کی اور بیسیوں چیزیں ہیں جن کے لئے روپیہ درکار ہے۔ اس لیگ کو ہندوستان کی اور انجمنوں میں چندہ دینے کے لئے بھی روپیہ کی ضرورت ہوگی۔ پس مالی امداد سے دریغ مت کرو۔ نیشنل لیگ سے بھی میں کہتا ہوں کہ اسے چاہئے کہ جو لوگ اخلاص کے ساتھ اس میں شامل ہونے کے لئے تیار نہیں انہیں شامل ہونے پر مجبور نہ کرے اور جو لوگ شامل ہوں ان سے باقاعدہ چندہ وصول کرے۔ جو آسودہ حال ہوں ان سے زیادہ رقم لے اور جو غریب ہوں ان کے لئے ادنیٰ شرح چندہ مقرر کر دے مثلاً پیسہ یا ڈیڑھ پیسہ ماہوار یا چار آنے سالانہ چندہ مقرر کر دے تا غریب سے غریب آدمی بھی اس میں داخل ہو سکے مگر یہ چار آنے سالانہ اس کے لئے ہیں جو بہت ہی غریب ہے، جو اس سے اچھی حالت میں ہو وہ زیادہ دے۔ کوئی ایک روپیہ ماہوار دے، کوئی پانچ روپے اور کوئی دس روپے ماہوار دے اور جو اخلاص کے ساتھ نہیں دینا چاہتا اُس کے متعلق یہ ضرورت نہیں کہ اسے اپنے ساتھ شامل رکھا جائے۔

پس نیشنل لیگ اپنی تنظیم کرے اور جن جن جماعتوں کے ساتھ تعاون کر سکتی ہے ان کے ساتھ تعاون کرے بعض جماعتیں ایسی ہیں جو بغاوت کی تعلیم دیتی ہیں، بعض قتل و غارت کی تلقین کرتی ہیں، بعض قانون کی پابندی کو ضروری نہیں سمجھتیں، ان معاملات میں کسی جماعت سے ہمارا تعاون نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ ہماری مذہبی تعلیم کے خلاف امور ہیں اور مذہب کی پابندی اتنی ضروری ہے کہ چاہے ساری گورنمنٹ ہماری دشمن ہو جائے اور جہاں کسی احمدی کو دیکھے اسے صلیب پر لٹکانا شروع کر دے پھر بھی ہمارا یہ فیصلہ بدل نہیں سکتا کہ قانونِ شریعت اور قانونِ ملک کبھی نہ توڑا جائے۔ اگر اس وجہ سے ہمیں شدید ترین تکلیفیں بھی دی جائیں تب بھی یہ جائز نہیں کہ ہم اس کے خلاف چلیں ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ ہم اس ملک کو چھوڑ دیں اور کسی اور ملک میں چلے جائیں۔ پس اس استثناء کے ساتھ نیشنل لیگ جن جماعتوں کے ساتھ مل کر کام کرنا چاہے کر سکتی ہے مثلاً کانگرس قانون شکنی بھی کرتی ہے اور اَور بھی مفید

کام کرتی ہے۔اگر کانگرس یہ معاہدہ کر لے کہ وہ قانون شکنی کا کوئی معاملہ ہمارے سامنے پیش نہیں کرے گی تو تم اس میں بے شک شامل ہو جاؤاور ملک اور قوم کی خدمت کرو۔اصل بات یہ ہے کہ قوتِ ارادی کے مضبوط ہونے کے بعد کوئی چیز انسان کو نقصان نہیں پہنچا سکتی۔کانگرس کو اگر نقصان پہنچا ہے تو محض قوتِ ارادی کی کمزوری کی وجہ سے۔مثلاً اس نے تحریک شروع کی کہ انگریزی چیزوں کا بائیکاٹ کیا جائے۔اب اس کے لئے لوگوں کے آگے ہاتھ جوڑے جارہے ہیں، پاؤں پڑ رہے ہیں، رستوں میں لیٹ رہے ہیں اور کہتے ہیں خدا کے لئے انگریزی چیزیں نہ خریدو۔میں نے بارہا بیان کیا ہے کہ یہ عدمِ تشدد نہیں بلکہ تشدد ہے۔ہمارا حق ہے کہ ہم منہ سے لوگوں کو سمجھائیں اور کہیں کہ ان چیزوں کے خریدنے کے یہ یہ نقصان ہیں۔مگر یہ کہ ہم راہ چلتے لوگوں کا رستہ روک لیں یہ تشدد ہے خواہ ہم لوگوں کے ٹھڈے ہی کیوں نہ کھائیں لیکن قوتِ ارادی یہ تھی کہ وہ کہتے ہم خود کبھی انگریزی چیزیں استعمال نہیں کریں گے اور لوگوں کو بھی اس کے فوائد بتلاتے رہتے۔کونسا قانون ہمیں مجبور کرتا ہے کہ ہم ضرور انگریزی چیزیں خریدیں۔پس اگر ملک میں یہ روح پیدا کر دی جاتی کہ اپنے ملک کی بنی ہوئی چیزیں استعمال کرنے میں ہی فائدہ ہے تو نہ تشدد کی ضرورت ہوتی اور نہ لوگوں کے پاؤں پڑنے اور ستیہ گرہ[۴] کرنے کی ضرورت محسوس ہوتی۔آسانی سے خود بخود لوگ اس کی طرف مائل ہو جاتے۔ نقصان پہنچانے والی اصل بات یہ ہے کہ تمہارے دل میں یہ خیال پیدا ہو جائے کہ فلاں حق کے حاصل کرنے کے لئے قانون شکنی کی ضرورت ہے۔مجھے ان لوگوں پر ہمیشہ ہنسی آتی ہے جو کہا کرتے ہیں کہ قانون شکنی کے بغیر کوئی کام نہیں ہوسکتا۔قانون شکنی ایک بلا ہے، ایک مصیبت ہے، ایک لعنت ہے اور یقینی طور پر قانون کے اندر رہتے ہوئے ہم اپنے حقوق کو حاصل کر سکتے ہیں۔گو بعض دفعہ حق کے حاصل کرنے میں دیر ہو جائے۔اگر قانون شکنی کی وجہ سے ایک حق ہمیں سال میں حاصل ہوسکتا ہو اور قانون کی پابندی کر کے دو یا تین سال میں تو میں کہوں گا کہ دو یا تین سال قانون کے ماتحت کوشش کرو مگر قانون شکنی کے قریب بھی مت جاؤ۔پس اپنے مذہبی اصول کو کبھی مت چھوڑو ہمارے اصول خدا تعالیٰ کی طرف سے ہیں اور ان کی پابندی سے ہی تم اپنے مقاصد حاصل کر سکتے ہو۔اپنے طور پر بھی اگر مجھے کبھی خیال آیا تو میں تمہاری رہنمائی کرتا رہوں گا مگر میں یہ پسند نہیں کرتا کہ تم بات بات میں مجھ سے مشورہ لو اور میرا وقت ضائع کرو۔

تبلیغ کا کام اب خدا تعالیٰ کے فضل سے اتنا وسیع ہو چکا ہے کہ ۲۴ گھنٹوں میں بھی وہ ختم ہونے میں نہیں آتا۔ بہت سی ڈاک پڑی رہتی ہے پس ہمت سے کام لو اور اپنی عقل اور فہم مشکلات کے حل کے لئے دَوڑاؤ۔ پہلا قدم ہماری جدوجہد کا یہ ہے کہ ہم حکومتِ پنجاب کے پاس جائیں اور اس سے دادرسی کی درخواست کریں۔ اسکی طرف سے ایک جواب تو ہمیں مل گیا ہے اور گو اس پر ابھی پورا غور ہم نے نہیں کیا مگر ایک حد تک اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حکومتِ پنجاب ہماری باتوں پر غور کرنے کے لئے تیار نہیں اور گو جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے ابھی پورا غور اس چِٹھی پر نہیں کیا گیا لیکن قریباً قریباً وہ حکومتِ پنجاب کا آخری فیصلہ ہے اور اگر الفاظ پر مزید غور کرنے کے بعد بھی ہمیں یہی معلوم ہوا کہ وہ حکومتِ پنجاب کا آخری جواب ہے تو پھر ہم حکومتِ ہند کے پاس جائیں گے اور اگر وہاں بھی دادرسی نہ ہوئی تو گورنمنٹ انگلستان کے پاس جائیں گے، اس کے بعد انگلستان کے لوگوں سے اپیل کریں گے اور پھر ساری دنیا کے سامنے ہماری اپیل ہوگی۔ یہ رستہ ہے جو مَیں نے تجویز کیا ہے اور یہ کوئی معمولی نہیں بلکہ نہایت ہی اہم رستہ ہے اگر دانائی اور ہوشیاری سے کام کرو تو اسی ایک رستہ سے تم کامیابی کی منزل تک پہنچ سکتے ہو۔ اور پھر اور ہزاروں رستے ہیں جن پر چلا جا سکتا ہے اور بغیر قانون شکنی کئے، بغیر فتنہ وفساد پھیلائے، بغیر لڑائی جھگڑا کئے اور بغیر کسی قسم کا اپنے اوپر الزام لینے کے تم اپنی دادرسی کروا سکتے اور اپنے مقصد میں کامیاب ہو سکتے ہو۔ مگر یاد رکھو خدا تعالیٰ اسی کی راہنمائی کرتا ہے جو اس کے قانون کا ادب کرتا ہے۔ آخر خدا تعالیٰ مجھے اسی لئے یہ باتیں سمجھاتا ہے کہ میں سمجھتا ہوں جو خدا تعالیٰ نے کہا ہے وہ درست ہے۔ خدا تعالیٰ نے کہا ہے قانون شکنی نہ کرو اور میں یقین رکھتا ہوں کہ یہ حکم درست ہے۔ خدا تعالیٰ نے کہا ہے شریعت کے کسی حکم کو نہ توڑو اور مجھے یقین ہے کہ اِسی میں برکت ہے۔ پس اِس وجہ سے مجھے وہ نور ملتا ہے جو میری راہنمائی کرتا اور نئی سے نئی باتیں سمجھاتا ہے۔ مگر تم خدا تعالیٰ کے احکام پر شبہ کرتے اور بعض دفعہ یہ خیال کرتے ہو کہ اس موقع پر قانون شکنی ہی مناسب ہے اور اس طرح اس نور سے محروم رہتے ہو۔ اس کے علاوہ بھی مَیں حقوق کے حاصل کرنے کے لئے بیسیوں نہیں سینکڑوں رستے بتا سکتا ہوں مگر میں بتاتا نہیں کیونکہ جو لوگ پکی پکائی کھانے کے عادی ہو جائیں وہ نکمّے اور سست ہو جاتے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ تم بجائے پکی پکائی کھانے کے خود پکانے کی عادت ڈالو اور بجائے اس کے کہ میں تمہیں تمہاری کامیابی کے طریق بتاؤں

تم آپ اپنی عقل سے کام لے کر نئے نئے طریق تجویز کرو۔اس طریق پر اگر تم کام کرو گے تو تم عنقریب دیکھو گے کہ تمہارا بدلہ نہایت عمدگی سے لیا جائے گا اور دنیا کو تسلیم کرنا پڑے گا کہ احمدی قوم نے مذہب کو بھی اپنے ہاتھ سے نہ چھوڑا اور قانون کو بھی اپنے ہاتھ سے جانے نہ دیا اور پھر بھی اپنی عظمت اور احترام اور سلسلہ کے وقار کو دنیا میں قائم کر دیا۔ (الفضل ۶/اگست ۱۹۳۵ء)

۱؎ UNDER THE ABSOLUTE AMIR BY FRANK A. MARTIN PAGE 203.LONDON.1907

۲؎ پچ: طرفداری۔حمایت۔لحاظ

۳؎ کُفر بواح: کُھلم کُھلا کُفر۔

۴؎ ستیہ گرہ: سچا عہد۔حکومت کے خلاف پُرامن تحریک